دینی مسائل میں انفرادی نقطۂ نظر: کیسے اور کہاں بیان کیا جائے؟

جاوید غامدی، وحیدالدین خان جیسے مفکرین کے لیے چراغ راہ

(امت مسلمہ تاریخی طور پر دو دھاروں میں منقسم ہے۔ ایک دھارہ اہل سنت، دوسرا دھارا اہل تشیع کہلاتا ہے۔ عوام الناس انہی دو دھاروں کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر دور میں مختلف علماء اور فضلاء ان دو دھاروں سے کٹ کر، اجماع امت اور اکثریت کے نقطہ نظر وعمل سے ہٹ کر بھی اپنی رائے بیان کرتے رہے اور ہر عہد میں ایسے منفرد مکاتب فکر برقرار رہے لیکن امت میں انھیں مقبولیت حاصل نہیں ہوئی مثلاً خوارج، معتزلہ، ظاہری مکتب فکر وغیرہ۔ ان نئے مکاتب فکر کی رائے یا کسی اہل علم کا تفرد یا منفرد عمل اس وقت تک عوام کے لیے حجت نہیں بن سکتا جب تک کہ مسلمہ مکاتب فکر کے علمائے دین اور تمام مسلمہ مکاتب فکر کا اس فکر نو پر اجماع نہ ہو جائے لیکن انفرادی رائے کا اظہار شائستگی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اور امت نے ایسے نقطۂ نظر اور ایسی آراء کو تحمل سے برداشت بھی کیا ہے۔ خوارج اور معتزلہ نے تو تمام حدود و قیود پامال کردیں تھیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابیوں کو واجب القتل قرار دیا لیکن دونوں اکابر صحابہ کا ردعمل کیا تھا؟ اس امت میں بڑا ظرف ہے لیکن خوارج اور معتزلہ نے جس کم ظرفی، طغیان اور ظلم کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج کل جدیدیت پسند مسلم مفکرین بھی اسی راستے پر رواں دواں ہیں۔ تفرد کے باوجود امت کے ساتھ پیوستہ رہنا ضروری ہے۔ انفرادی آراء کے اظہار کا مقام ٹی وی اور عوام کی محفلیں نہیں علماء کی مجلسیں ہیں۔ بعض معاملات میں

جمہور سے مختلف رائے ہندوستان کے جدیدیت پسند مفکر ڈاکٹر مشیر الحق کی بھی تھی۔ مشیر الحق سری نگر یونیورسٹی کے شیخ الجامعہ تھے۔ لیکن اس معاملہ میں ان کا رویہ غامدی صاحب اور وحید الدین خاں صاحب جیسے جدیدیت پسند اسلامی مفکرین کے لیے بہترین راہ عمل ہے)۔

شیخ الجامعہ سری نگر یونیورسٹی ممتاز محقق ڈاکٹر مشیر الحق مذہبی معاملات میں بعض اوقات ایسی رائے کا اظہار بھی کر دیتے تھے جنھیں ہمارا روایت پسند معاشرہ آسانی سے قبول نہیں کرتا، لیکن حق یہ ہے کہ مشیر صاحب ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے، غالباً ۱۹۷۸ء میں حکومتِ ہند کی مرکزی وزارتِ دفاع سے ان کے پاس ایک خط آیا جس میں ان سے دو امور پر رائے مانگی گئی تھی۔ پہلی یہ کہ کیا مسلمانوں کے لیے مشینی ذبیحہ قطعاً جائز نہیں اور دوسری یہ کہ کیا داڑھی رکھنا ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔ جب یہ خط میری نظر سے گزرا تو مجھے یقین تھا کہ مشیر صاحب کی کیا رائے ہوگی؟ کیوں کہ مشینی ذبیحے کے بارے میں وہ ایک مضمون دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ایک علمی مجلس میں پڑھ چکے تھے جو بعد میں رسالہ ''جامعہ'' دہلی میں شائع بھی ہوا۔ جہاں تک داڑھی کا سوال تھا تو خود ان کی داڑھی نہیں تھی۔ چند دن کے بعد میں نے ان کی میز پر وہ خط پھر دیکھا تو پوچھ لیا کہ کیا آپ نے اس کا جواب دے دیا۔ کہنے لگے کہ ہاں آج ہی جواب تیار ہوا ہے اور انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا مسودہ جو خاصا تفصیلی تھا، مجھے پڑھنے کو دیا۔ جب میں نے اسے پڑھا تو بہت تعجب ہوا کیوں کہ وہ میری توقع کے بالکل برعکس تھا۔ مشیر صاحب نے میری حالت کو بھانپ لیا اور کہا کہ کیا بات ہے، کیا تمھیں جواب پسند نہیں آیا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ نے ندوہ میں تو مشینی ذبیحے کے جواز کے بارے میں مضمون پڑھا تھا اور داڑھی آپ خود نہیں رکھتے لیکن آپ نے اس میں مشینی ذبیحے کے خلاف رائے دی ہے اور داڑھی کے جواز کو ثابت کیا ہے۔ انھوں نے کہا'' میری انفرادی رائے اور انفرادی عمل اس وقت تک حجت نہیں بن سکتا جب تک علمائے دین کا اس پر اجماع نہ ہو جائے۔ میں نے ندوہ میں مضمون علمائے امت کی مجلس میں اس لیے پیش کیا کہ وہ اس نئے مسئلے پر غور و خوض کریں اور داڑھی نہ رکھنا میرا ذاتی مسئلہ ہے۔ تم یہ سوچو کہ یہ سوال نامہ میرے پاس کیوں آیا؟ اس لیے آیا کہ کچھ سرکاری ملازموں یا مسلمان فوجیوں نے مشینی ذبیحہ کی مخالفت کی ہوگی اور داڑھی رکھنی چاہی ہوگی اور اس باب میں شریعت کے موجودہ احکامات کا حوالہ دیا ہوگا۔ اس لیے میں اپنی انفرادی رائے یا عمل کو بنیاد بنا کر اگر کوئی رائے دوں تو یہ سراسر غلط بات ہوگی......''

بیدار دل لوگ شاہ محی الحق فاروقی (ص ۹۹، ۱۰۰)

روایت پروفیسر اختر الواسع ندوی

شعبۂ مطالعہ اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی